2

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ بیعت کرنے والوں میں ایک عظیم انقلاب

فرمودہ مورخہ 13 / جنوری 2006ء (13 / صلح 1385 ہش) مسجد اقصیٰ، قادیان دارالامان

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے درج ذیل آیت قرآنی کی تلاوت فرمائی:

﴿وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ. وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (سورۃ الجمعۃ آیت 4)

اس آیت کا ترجمہ ہے: اور انہیں میں سے دوسروں کی طرف بھی مبعوث کیا ہے جو ابھی ایمان نہیں لائے۔ (جو نبی کا ذکر چل رہا ہے)۔ وہ کامل غلبے والا اور حکمت والا ہے۔

یہ آیت جب نازل ہوئی تو ایک صحابی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون لوگ ہیں جو درجہ تو صحابہ کا رکھتے ہیں لیکن ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس شخص نے یہ سوال تین دفعہ دوہرایا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسیؓ ہم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ ان کے کندھے پر رکھا اور فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر بھی چلا گیا یعنی زمین سے ایمان بالکل ختم ہو گیا تو ان میں سے ایک شخص اس کو واپس لائے گا، دوسری جگہ رِجَالٌ کا لفظ بھی ہے یعنی اشخاص واپس لائیں گے۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعۃ ..... حدیث نمبر 4897)

تو یہ آیت اور یہ حدیث ہم میں سے اکثر نے سنی ہوئی ہے، پڑھتے بھی ہیں۔ لیکن آج میں اس حوالے سے نمونے کے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند صحابہؓ کا ذکر کروں گا۔ جنہوں

نے بیعت کے بعد اپنے اندر وہ تبدیلیاں پیدا کیں جن کے نمونے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں نظر آتے ہیں۔ جب صحابہؓ نے اُس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کی وجہ سے تمام برائیوں اور گھٹیا اخلاق سے توبہ کی۔ فسق و فجور، زنا، چوری، جھوٹ، قمار بازی، شراب نوشی، قتل و غارت وغیرہ کی عادتیں اُن میں سے اس طرح غائب ہوئیں، جس طرح کبھی تھیں ہی نہیں۔ اور نہ صرف یہ کہ یہ عادتیں ختم ہوگئیں، بلکہ اعلیٰ اخلاق اور نیکیاں بجا لانے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش شروع ہوگئی۔ عبادات میں مشغولیت اور قربانی کی ایسی روح پیدا ہوگئی کہ کوئی پہچان نہیں سکتا تھا کہ یہ وہی لوگ ہیں جو کچھ عرصہ پہلے اس سے بالکل اُلٹ تھے۔ اُن لوگوں کا مطلوب و مقصود صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور ان سے عشق و محبت میں فنا ہو نا رہ گیا تھا۔ ان کے عشق و محبت کی ایسی مثالیں بھی تھیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی کو بھی نیچے نہیں گرنے دیتے تھے۔

(بخاری کتاب الوضوء باب استعمال فضل وضوء الناس حدیث نمبر 187)

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی اور اللہ تعالیٰ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وعدے کے مطابق کہ رہتی دنیا تک اب تیرا نام ہی روشن رہنا ہے، تیرے ذریعے سے ہی بندوں نے مجھ تک پہنچنا ہے، اگر زمین میں ایسا دور بھی آیا کہ ایمان دنیا سے بالکل مفقود ہوگیا تو تب بھی مَیں تیرے عاشق صادق کے ذریعہ سے اسے دوبارہ دنیا میں قائم کروں گا۔ اس مسیح محمدی کے ذریعہ سے ایک انقلاب برپا کروں گا جس پر تیری قوت قدسی کا اثر ہوگا اور وہ اس کے ذریعہ پھر وہ مثالیں قائم کروائے گا جو تُو نے صحابہ میں پیدا کیں۔ حضرت امام مہدی کا ظہور ہوا۔

اس وقت جیسا کہ مَیں نے کہا ہے کہ ان مثالوں کے چند نمونے پیش کروں گا جن سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس نور سے فیض پا کر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو عطا فرمایا تھا، اپنے صحابہ میں، اپنے ماننے والوں میں، اپنے بیعت کرنے والوں میں کیا انقلاب عظیم پیدا کیا تھا۔ اس بارے میں میں سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں ہی بیان کرتا ہوں کہ آپؑ نے اپنے صحابہ کو کیسا پایا۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ:

"**مَیں دیکھتا ہوں کہ میری بیعت کرنے والوں میں دن بدن صلاحیت اور تقویٰ ترقی پذیر ہے۔** اور ایام مباہلہ کے بعد گویا ہماری جماعت میں ایک اور عالم پیدا ہوگیا ہے۔ مَیں اکثر کو دیکھتا ہوں کہ سجدہ میں روتے اور تہجد میں تضرع کرتے ہیں ناپاک دل کے لوگ انکو کافر کہتے ہیں اور وہ اسلام کا جگر اور دل ہیں"۔

(انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 315)

اب مَیں ان پاک نمونوں کی چند مثالیں دیتا ہوں۔

حضرت نواب محمد علی خان صاحب جو مالیر کوٹلے کے نواب خاندان سے تھے، رئیس خاندان کے تھے، نوجوان تھے، ان میں گو نیکی تو پہلے بھی تھی۔ لہو ولعب کی بجائے، اوٹ پٹانگ مشغلوں کی بجائے جو نوجوانوں میں پائے جاتے ہیں، اُن میں اللہ کی طرف رغبت تھی، اچھی عادتیں تھیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت نے اس کو مزید صیقل کیا اور چمکایا۔ انہوں نے خود ذکر کیا ہے کہ پہلے میں کئی دفعہ نمازیں چھوڑ دیا کرتا تھا۔ اور دنیاداری میں پڑا ہوا تھا۔ لیکن بیعت کے بعد ایک تبدیلی پیدا ہوگئی۔

ان کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’حبی فی اللہ نواب محمد علی خان صاحب رئیس خاندان ریاست مالیر کوٹلہ (ازالہ اوہام میں یہ ذکر ہے) قادیان میں جب وہ ملنے کے لئے آئے تھے اور کئی دن رہے، پوشیدہ نظر سے دیکھتا رہا ہوں کہ التزام ادائے نماز میں ان کو خوب اہتمام ہے اور صلحاء کی طرح توجہ اور شوق سے نماز پڑھتے ہیں اور منکرات اور مکروہات سے بالکل مجتنب ہیں‘‘۔

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 526)

حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ خود اپنے بھائی کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’جن امور کے لئے میں نے قادیان میں سکونت اختیار کی میں نہایت صفائی سے ظاہر کرتا ہوں کہ مجھ کو حضرت اقدس مسیح موعود اور مہدی مسعود کی بیعت کئے ہوئے بارہ سال ہوگئے اور مَیں اپنی شومئی طالع سے گیارہ سال گھر ہی میں رہتا تھا‘‘، بدنصیبی سے، بدقسمتی سے گیارہ سال گھر ہی میں رہتا تھا۔’’اور قادیان سے مہجور تھا۔ صرف چند دن گاہ بگاہ یہاں آتا رہا اور دنیا کے دھندوں میں پھنس کر بہت سی عمر ضائع کی۔ آخر جب سوچا تو معلوم کیا کہ عمر تو ہوا کی طرح اڑ گئی اور ہم نے نہ کچھ دین کا بنایا اور نہ دنیا کا۔ اور آخر مجھ کو یہ شعر یاد آیا کہ:

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دُوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

(خدا کو بھی چاہنا اور گھٹیا دنیا کو بھی چاہنا یہ صرف ایک خیال ہے اور یہ ناممکن ہے اور پاگل پن ہے)

لکھتے ہیں کہ: ’’یہاں میں چھ ماہ کے ارادے سے آیا تھا مگر یہاں آ کر مَیں نے اپنے تمام معاملات پر غور کیا تو آخر یہی دل نے فتویٰ دیا کہ دنیا کے کام دین کے پیچھے لگ کر تو بن جاتے ہیں مگر جب دنیا کے پیچھے انسان لگتا ہے تو دنیا بھی ہاتھ نہیں آتی اور دین بھی برباد ہو جاتا ہے۔ اور میں نے خوب غور کیا تو مَیں نے دیکھا کہ گیارہ سال میں نہ مَیں نے کچھ بنایا اور نہ میرے بھائی صاحبان نے کچھ بنایا۔ اور دن بدن ہم باوجود اس مایوسانہ حالت کے دین بھی برباد کر رہے ہیں۔ آخر یہ سمجھ کر کہ کار دنیا کسے تمام نکرد، کوٹلہ کو

الوداع کہا اور مَیں نے مصمّم ارادہ کرلیا کہ مَیں ہجرت کرلوں۔ سوالحمدللہ میں بڑی خوشی سے اس بات کو ظاہر کرتا ہوں کہ مَیں نے کوٹلہ سے ہجرت کر لی ہے اور شرعاً مہاجر پھر اپنے وطن میں واپس اپنے ارادہ سے نہیں آ سکتا۔ یعنی اس کو گھر نہیں بنا سکتا۔ ویسے وہ مسافرانہ آئے تو آئے۔ پس اس حالت میں میرا آنا محال ہے۔ مَیں بڑی خوشی اور عمدہ حالت میں ہوں، ہم جس شمع کے پروانے ہیں اس سے الگ کس طرح ہو سکتے ہیں۔ ...... میرے پیارے بزرگ بھائی مَیں یہاں خدا کے لئے آیا ہوں اور میری دوستی اور محبت بھی خدا کے لئے ہے۔ مَیں کوٹلہ سے الگ ہوں مگر کوٹلہ کی حالت زار سے مجھ کو سخت رنج ہوتا ہے۔ خداوند تعالیٰ آپ کو اور ہماری ساری برادری اور تمام کوٹلہ والوں کو سمجھ عطا فرمائے کہ آپ سب صاحب اسلام کے پورے خادم بن جائیں اور ہم سب کا مرنا اور جینا محض اللہ ہی کے لئے ہو۔ ہم خداوند تعالیٰ کے پورے فرمانبردار مسلم بن جائیں۔...... ہماری شرائط بیعت میں ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کریں اور اپنی مہربان گورنمنٹ کے شکر گزار ہوں، اس کی پوری اطاعت کریں یہی چیز مجھ کو یہاں رکھ رہی ہے کہ جوں جوں مجھ میں ایمان بڑھتا جاتا ہے، اسی قدر دنیا ہیچ معلوم ہوتی جاتی ہے اور دین مقدم ہوتا جاتا ہے۔ اور خداوند تعالیٰ اور انسان کے احسان کے شکر کا احساس بھی بڑھتا جاتا ہے اسی طرح گورنمنٹ عالیہ کی فرمانبرداری اور شکر گزاری دل میں پوری طرح سے گھر کرتی جاتی ہے"۔

(اصحاب احمد۔ جلد نمبر 2 صفحہ 126-129)

تو دیکھیں یہ تبدیلی ہے جو نواب صاحب میں پیدا ہوئی۔ پھر بعد میں آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے داماد بھی بنے۔ اُن کی نسل کو بھی چاہئے اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلیں جنہوں نے دنیا کو دین کی خاطر چھوڑ دیا اور دین کو دنیا پر مقدم کیا۔

پھر ایک ذکر آتا ہے حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے الفاظ میں ہی ہے، آپؑ فرماتے ہیں:

"**حبی فی اللہ منشی ظفر احمد صاحب**۔ یہ جوان صالح، کم گو اور خلوص سے بھرا دقیق فہم آدمی ہے۔ استقامت کے آثار وانوار اُس میں ظاہر ہیں۔ وفاداری کی علامات اور امارات اس میں پیدا ہیں۔ ثابت شدہ صداقتوں کو خوب سمجھتا ہے اور ان سے لذت اٹھاتا ہے۔ اللہ اور رسول سے سچی محبت رکھتا ہے اور ادب جس پر تمام مدار اصولِ فیض کا ہے اور حسن ظن جو اس راہ کا مرکب ہے دونوں سیرتیں اس میں پائی جاتی ہیں۔ جزاھم اللّٰہ خیر الجزاء"۔

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد نمبر 3 صفحہ 532-533)

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کچھ رقم کی ایک تحریک فرمائی تھی، چندہ کی ضرورت تھی کہ وہاں کی جماعت سے لے کر آئیں۔ تو یہ خود ہی اہلیہ کا زیور بیچ کر لے آئے تھے اور جماعت کو پتہ بھی

نہیں لگنے دیا اور بعد میں لوگ ان سے ناراض بھی ہوئے تھے۔ اس طرح اخلاص میں بڑھے ہوئے تھے۔

پھر حضرت **قاضی ضیاء الدین صاحب**ؓ حضرت مسیح موعودؑ کے عشق میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اے میرے آقا! میں اپنے دل میں متضاد خیالات موجزن پاتا ہوں، ایک طرف تو مَیں بہت اخلاص سے اس امر کا خواہاں ہوں کہ حضورؑ کی صداقت اور روحانی انوار سے بیرونی دنیا جلد واقف ہو جائے اور تمام اقوام وعقائد کے لوگ آئیں اور اس سرچشمہ سے سیراب ہوں جو اللہ تعالیٰ نے یہاں جاری کیا ہے۔ لیکن دوسری طرف اس خواہش کے عین ساتھ ہی اس خیال سے میرا دل اندوہ گین ہو جاتا ہے کہ جب دوسرے لوگ بھی حضور سے واقف ہو جائیں گے اور بڑی تعداد میں یہاں آنے لگیں گے۔ تو اس وقت مجھے آپ کی صحبت اور قرب جس طرح میسر ہے اس سے لطف اندوز ہونے کی مسرت سے محروم ہو جاؤں گا۔ ایسی صورت میں حضورؑ دوسروں میں گھر جائیں گے۔ حضور والا مجھے اپنے پیارے آقا کی صحبت میں بیٹھنے اور ان سے گفتگو کرنے کا جو مسرت بخش شرف حاصل ہے اس سے مجھے محرومی ہو جائے گی ایسی متضاد خواہشات یکے بعد دیگرے میرے دل میں رونما ہوتی ہیں''۔ قاضی صاحب نے مزید کہا کہ: ''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میری بات سن کر مسکرا دیئے''۔

(اصحاب احمد۔ جلد نمبر 6 صفحہ 10)

دیکھیں کیا عشق و محبت کے پاک نظارے ہیں۔

پھر حضرت چوہدری محمد اکبر صاحب روایت کرتے ہیں کہ صحابی موصوف چوہدری نذر محمود صاحب تھے جو اصل متوطن ادرحمہ ضلع شاہ پور تھے اور حضرت مولوی شیر علی صاحب کے رشتہ داروں میں سے تھے وہ ڈیرہ غازی خان میں ملازم تھے۔ جہاں تک اس عاجز کو یاد ہے وہ روایت کرتے تھے کہ سلسلہ احمدیہ میں منسلک ہونے سے پہلے ان کی حالت اچھی نہ تھی اور وہ اپنی اہلیہ کو پوچھتے تک نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک زمانے میں ہدایت بخشی اور شناخت حق کی توفیق دی جس کے بعد ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا شوق ہوا چنانچہ وہ قادیان دارالامان گئے مگر وہاں جانے پر معلوم ہوا کہ حضور کسی مقدمے کی وجہ سے گورداسپور تشریف لائے ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ گورداسپور گئے اور ایسے وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت اور ملاقات کا موقع ملا جب حضور بالکل اکیلے تھے۔ اور چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے حضور کو دبانا شروع کر دیا اور دعا کی درخواست کی۔ اتنے میں کوئی اور دوست حضور کی ملاقات کے لئے آیا جنہوں نے حضور کے سامنے ذکر کیا کہ اس کے سسرال نے اپنی لڑکی بڑی مشکلوں سے اسے دی ہے (یعنی واپس بھجوائی ہے)، اب اس نے بھی ارادہ کیا ہے کہ وہ اُن کی لڑکی کو ان کے پاس نہ بھیجے گا۔ (شاید آپس میں شادیاں ہوئی

ہوں گی)۔ جونہی حضورؓ نے اس کے ایسے کلمات سنے حضور کا چہرہ سرخ ہو گیا اور حضور نے غصے سے اس کو فرمایا کہ فی الفور یہاں سے دور ہو جاؤ، ایسا نہ ہو تمہاری وجہ سے ہم پر بھی عذاب آ جاوے۔ چنانچہ وہ اٹھ کر چلا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا اور عرض کی کہ وہ توبہ کرتا ہے، اسے معاف فرمایا جائے۔ جس پر حضور نے اسے بیٹھنے کی اجازت دی۔

چوہدری نذر محمد صاحب مرحوم کہتے تھے کہ جب یہ واقعہ انہوں نے دیکھا تو وہ دل میں سخت نادم ہوئے کہ اتنی سی بات پر حضور نے اتنا غصہ منایا ہے۔ حالانکہ اُن کی اپنی حالت یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو پوچھتے تک نہیں اور اپنے سسرال کی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ کتنا بڑا گناہ ہے۔ وہ کہتے تھے کہ **انہوں نے وہیں بیٹھے بیٹھے توبہ کی اور دل میں عہد کیا** کہ اب جا کر اپنی بیوی سے معافی مانگوں گا اور آئندہ بھی اس سے بدسلوکی نہ کروں گا۔ چنانچہ وہ فرماتے تھے کہ جب وہاں سے وہ واپس آئے تو انہوں نے اپنی بیوی کے لئے کئی تحائف خریدے اور گھر پہنچ کر اپنی بیوی کے پاس گئے اور اس کے آگے تحائف رکھ کر پچھلی بدسلوکی کی ان سے منت کر کے معافی مانگی۔ وہ حیران ہو گئی کی ایسی تبدیلی ان میں کس طرح سے پیدا ہو گئی ہے۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کے طفیل ہے تو وہ حضور کو بیحد و بے شمار دعائیں دینے لگی کہ حضور نے اس کی تلخ زندگی کو راحت بھری زندگی سے مبدل کر دیا ہے۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 1 صفحہ 6-7)

اصل میں تو یہ عورت کا وہ حق ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا تھا لیکن مسلمان اس کو بھول چکے تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوبارہ اسے قائم فرمایا۔ پس سب سے زیادہ اسلام میں عورت کا مقام ہے جس کی قدر کی گئی ہے۔ **مغرب تو صرف عورت کے حقوق کا شور مچاتا ہے۔**

پھر **حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ** کا نمونہ ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ ''ہر شخص اپنی بعض کمزوریوں یا ہم عصری کی وجہ سے کم از کم اپنے علاقے اور نواح میں خاص عزت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ حافظ صاحب ایک زمیندار خاندان کے فرد تھے اور دولت و مال کے لحاظ سے آپ کا مرتبہ بلند نہ تھا بلکہ وہ غریب تھے۔ مگر اس کے باوجود اپنی نیکی اور دینداری کی وجہ سے اپنے گاؤں اور نواح میں ہمیشہ عزت و محبت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ اور آج ہم جو فیض اللہ چک اور تھہ غلام نبی وغیرہ دیہات میں احمدیت کی رونق اور اثر کو دیکھتے ہیں اس میں حافظ صاحب کی عملی زندگی کا بہت بڑا دخل ہے۔ وہ ایک خاموش واعظ تھے اور مجسم تبلیغ تھے۔ انہیں دیکھ کر خواہ مخواہ حضور کی صداقت کا یقین ہوتا تھا اور اندر ہی اندر محبت کا جذبہ بڑھتا تھا۔

آپ نہایت ملنسار اور وفادار اور ہمدرد طبع تھے، دوسروں کی بھلائی چاہتے تھے۔ حضرت کی صحبت اور قرب نے آپ میں ایک خاص رنگ پیدا کر دیا تھا۔ آپ دعاؤں کی قوت کو جانتے اور دعائیں کرنے کے عادی اور آداب دعا سے واقف تھے۔ آپ کی زندگی ایک مخلص مومن اور خدا رسیدہ انسان کی زندگی تھی۔ حق کی اشاعت کے لئے آپ میں جوش اور غیرت تھی۔ دینی معاملے میں کبھی کسی سے نہ دبتے تھے۔ حق کہنے میں ہمیشہ دلیر تھے۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عامل تھے۔ غرض بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ اور یہ جو کچھ تھا حضرت اقدس کی پاک صحبت کا اثر تھا۔ مرحوم اپنی زندگی کے بے شمار حالات و واقعات سے واقف تھے۔ مگر آپ کی عادت میں تھا کہ بہت کم روایت کرتے اور جب **حضرت اقدس کے حالات کے متعلق کوئی سوال ہوتا تو چشم پُر آب ہو جاتے** اور فرماتے کہ سراسر نور کی میں کیا حقیقت بیان کروں، کوئی ایک بات ہو تو کہوں''۔

(اصحاب احمد جلد نمبر 13 صفحہ 72)

تو صحابہ جو واعظ تھے ان کے اپنے عمل تھے، وہ عملی نمونے قائم کرتے تھے۔ **یہ نمونے ہیں جو آج ہمارے ہر واقف زندگی کے لئے، ہر مربی کے لئے، مبلغ کے لئے، معلّمین کے لئے مشعل راہ ہیں ان کو سامنے رکھنا چاہئے۔**

پھر **بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی**ؓ کا ذکر ہے۔ آپ ہندوؤں سے مسلمان ہوئے تھے۔ قادیان آئے مگر آپ کے والد صاحب حضرت مسیح موعودؑ سے واپس بھیجنے کا وعدہ کر کے بھائی جی کو ساتھ لے گئے۔ گھر جا کر آپ پہ بہت سختیاں کی گئیں۔ اور ادائیگی نماز سے بھی روکا گیا۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں کہ ایک زمانے میں مجھے فرائض کی ادائیگی تک سے محروم کرنے کی کوششیں کی جاتیں۔ اس زمانے میں بعض اوقات کئی کئی نمازیں ملا کر یا اشاروں سے پڑھتا تھا۔ ایک روز علی الصبح مَیں گھر سے باہر قضائے حاجت کے بہانے سے گیا۔ گیہوں کے کھیتوں کے اندر وضو کر کے نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص کدال لئے میرے سر پر کھڑا رہا۔ نماز کے اندر تو یہی خیال تھا کہ کوئی دشمن ہے جو جان لینے کے لئے آیا ہے لہٰذا مَیں نے نماز کو معمول سے لمبا کر دیا اور آخری نماز سمجھ کر دعاؤں میں لگا رہا۔ مگر سلام پھیرنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ ایک مسلمان مزدور تھا کشمیری قوم کا۔ جو مجھے نماز پڑھتے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور جب میں نماز سے فارغ ہوا تو نہایت محبت اور خوشی کے جوش میں مجھ سے پوچھا منشی جی! کیا یہی بات پکی ہے کہ آپ مسلمان ہیں۔ مَیں نے کہا اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام پر قائم ہوں اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے لئے

گواہ بنا کر بھیجا ہے کہ کم از کم تم میرے اسلام کے شاہد رہو گے۔
(اصحاب احمد۔ جلد نمبر 9 صفحہ 63)

مولوی حسن علی صاحب بھاگلپوری، مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو مخاطب کر کے **بیعت کے فوائد** بیان کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ: ''قرآن کریم کی جو عظمت اب میرے دل میں ہے، خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت جو میرے دل میں اب ہے پہلے نہ تھی۔ یہ سب حضرت مرزا صاحب کی بدولت ہے''۔
(اصحاب احمد جلد نمبر 14 صفحہ 56)

پھر **مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری** کا نمونہ ہے۔ آپ نے اپنے قصبہ مرالی میں پہنچ کر اپنی بیعت کا اعلان کیا۔...... اس پر قصبے میں شور برپا ہو گیا۔ اور شدید مخالفت کا آغاز ہو گیا۔ اہل حدیث مولویوں کی طرف سے مقاطعہ کرا دیا گیا۔ لوگ آپ کو کھلے بندوں گالی گلوچ دیتے تھے۔ ایسے کٹھن مرحلے پر مولانا صاحب آستانہ الٰہی پر جھکنے اور تہجد میں گریہ وزاری میں مصروف ہونے لگے اور خدا تعالیٰ نے آپ پر رؤیا و کشوف کا دروازہ کھول دیا اور یہ امر آپ کے لئے بالکل نیا تھا۔ اس طرح آپ کے لئے تسلی کے سامان ہونے لگے۔...... سو اب آپ کے ایمان و عرفان میں ترقی ہونے لگی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ عشق و وفا بھی بڑھنے لگا اور آپ دیوانہ وار تبلیغ میں لگ گئے۔ جس پر آپ کے ماموں نے جو خسر بھی تھے آپ کو گھر سے نکل جانے پر مجبور کیا اور پولیس سے اس بارے میں استمداد کی بھی دھمکی دی۔ اس لئے آپ موضع بقاپور چلے آئے جہاں آپ کی زمینداری کے باعث مقاطعہ تو نہ ہوا لیکن مخالفت پورے زور سے رہی۔ عوام کے علاوہ آپ کے والدین اور چھوٹا بھائی بھی زمرۂ مخالفین میں شامل تھے البتہ بڑے بھائی مخالف نہ ہوئے۔ ایک روز آپ کی والدہ نے آپ کے والد سے کہا کہ آپ میرے بیٹے کو کیونکر بُرا کہتے ہیں وہ پہلے سے زیادہ نمازی ہے۔ والد صاحب نے کہا مرزا صاحب کو جن کا دعویٰ مہدی ہونے کا ہے مان لیا ہے۔ والدہ صاحبہ نے کہا امام مہدی کے معنی ہدایت یافتہ لوگوں کے امام کے ہیں۔ ان کے ماننے سے میرے بیٹے کو زیادہ ہدایت نصیب ہو گئی ہے جس کا ثبوت اس کے عمل سے ظاہر ہے اور مولوی صاحب کو اپنی بیعت کا خط لکھنے کو کہا۔ آپ تبلیغ میں مصروف رہے اور ایک سال کے اندر پھر والد صاحب اور چھوٹے بھائی اور دونوں بھابھیوں نے بھی بیعت کر لی۔ اور بڑے بھائی صاحب نے خلافت احمدیہ اولیٰ میں بیعت کر لی۔
(اصحاب احمد۔ جلد نمبر 10 صفحہ 215)

حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمیؓ کے بارے میں حضرت مولوی عبدالمغنی صاحب لکھتے ہیں

کہ: ''نام اور نمود، ریا، ظاہرداری، علمی گھمنڈ، تکبر ہرگز نہیں تھا۔ دوران قیام قادیان میں جب بھی کوئی کہتا مولوی صاحب! فوراً روک دیتے کہ مجھے مولوی مت کہو، مَیں نے تو ابھی مرزا صاحب سے ابجد شروع کی ہے، الف ب شروع کی ہے''۔

(ماہنامہ انصاراللہ ربوہ۔ستمبر 1977 صفحہ 12)

اور یہ ایسے بڑے عالم تھے ان کے علم کی عظمت کی حضرت مسیح موعودؑ نے مثال دی ہے۔ مدرسہ احمدیہ کے جاری کرنے کی بھی وجہ بنے تھے۔

حضرت میاں محمد خان صاحب رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''**حبی فی اللہ میاں محمد خان صاحب** ریاست کپور تھلے میں نوکر ہیں، نہایت درجہ کے غریب طبع، صاف باطن، دقیق فہم، حق پسند ہیں۔ اور جس قدر انہیں میری نسبت عقیدت وارادت ومحبت اور نیک ظن ہے مَیں اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتا۔ مجھے ان کی نسبت تردد نہیں کہ ان کے اس درجہ ارادت میں کبھی کچھ ظن پیدا ہو بلکہ یہ اندیشہ ہے کہ حد سے زیادہ نہ بڑھ جائے۔ وہ سچے وفادار اور جاں نثار اور مستقیم الاحوال ہیں۔ خدا ان کے ساتھ ہو۔ ان کا نوجوان بھائی سردار علی خان بھی میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہے۔ یہ لڑکا بھی اپنے بھائی کی طرح بہت سعید و رشید ہے۔ خدا تعالیٰ ان کا محافظ ہو''۔

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 532)

پھر قاضی ضیاء الدین صاحب کا نمونہ ہے۔ قاضی عبدالرحیم صاحب سناتے تھے کہ ایک دفعہ والد صاحب یعنی قاضی ضیاء الدین صاحب نے خوشی سے بیان کیا کہ مَیں وضو کر رہا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ سے آپ کے ایک خادم حضرت حافظ حامد علی صاحب نے میرے متعلق دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں۔ تو حضورؑ نے میرا نام اور پتہ بتاتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ **اس شخص کو ہمارے ساتھ عشق ہے**۔ چنانچہ قاضی صاحب اس بات پر فخر کیا کرتے تھے۔ اور (تعجب سے) کہا کرتے تھے کہ حضور کو میرے دل کی کیفیت کا کیونکر علم ہو گیا۔ یہ اسی عشق کا نتیجہ تھا کہ حضرت قاضی صاحب نے اپنی وفات کے وقت اپنی اولاد کو وصیت کی تھی کہ مَیں بڑی مشکل سے تمہیں حضرت مسیح موعودؑ کے در پر لے آیا ہوں اب میرے بعد اس دروازے کو کبھی نہ چھوڑنا۔

(اصحاب احمد۔ جلد نمبر 6 صفحہ 8-9)

حضرت مولوی حسن علی بھاگلپوریؓ کا نمونہ ہے۔ بیان اس طرح ہوا ہے کہ 13/جنوری 1894ء مَیں اپنے امام سے رخصت ہو کر لاہور میں آیا اور ایک بڑی دھوم دھام کا لیکچر انگریزی میں دیا جس میں حضرت اقدس کے ذریعہ سے جو کچھ روحانی فائدہ ہوا تھا اس کا بیان کیا۔ جب میں سفر پنجاب سے ہو کر مدراس پہنچا

تو میرے ساتھ وہ معاملات پیش آئے جو صداقت کے عاشقوں کو ہر زمانے و ہر ملک میں اٹھانے پڑتے ہیں۔ مسجد میں وعظ کہنے سے روکا گیا۔ ہر مسجد میں اشتہار کیا گیا کہ حسن علی سنت و جماعت سے خارج ہے کوئی اس کا وعظ نہ سنے۔ پولیس میں اطلاع دی گئی کہ مَیں فساد پھیلانے والا ہوں۔ وہ شخص جو چند ہی روز پہلے شمس الواعظین جناب مولانا مولوی حسن علی صاحب، واعظ اسلام کہلاتا تھا۔ صرف حسن علی لیکچرر کے نام سے پکارا جانے لگا۔ پہلے واعظوں میں ایک ولی سمجھا جاتا تھا اب مجھ سے بڑھ کر شیطان دوسرا نہ تھا۔ جدھر جاتا انگلیاں اٹھتیں۔ سلام کرتا جواب نہ ملتا۔ مجھ سے ملاقات کرنے کو لوگ خوف کرتے ہیں۔ ایک خوفناک جانور بن گیا۔ جب مدراس میں مسجدیں میرے ہاتھوں سے نکل گئیں تو ہندوؤں سے پیچھا ہال لے کر ایک دن انگریزی میں اور دوسرے دن اُردو میں حضرت اقدس امام زمان کے حال کو بیان کیا جس کا اثر لوگوں پر پڑا۔

(تائید حق۔ صفحہ 78-79)

تو یہ تھے قربانی کرنے اور تبلیغ کرنے کے طریقے۔ اور **یہ تھے وہ انقلاب جو حضرت مسیح موعودؑ نے پیدا فرمائے۔**

پھر حضرت منشی عبدالرحمٰنؓ صاحب کپورتھلوی کا ذکر ہے۔ پنشن پانے کے بعد حضرت منشی صاحب نے اپنی ملازمت کا محاسبہ کیا اور یہ محسوس کیا کہ وہ سرکاری سٹیشنری میں غریب طلباء یا بعض احباب کو وقتاً فوقتاً کوئی کاغذ، قلم اور دوات یا پنسل دیتے رہے ہیں۔ بات یہ تھی کہ محلے کے طلباء بچے یا دوست احباب منشی صاحب سے کوئی چیز مانگ لیتے اور لحاظ کے طور پر منشی صاحب دے دیتے تھے۔ یہ ایک بہت ہی ناقابل ذکر شے ہوتی تھی اور کئی سالوں میں بھی پانچ سات روپے سے زیادہ قیمت نہ رکھتی ہوگی۔ لیکن منشی صاحب نے محسوس کیا کہ انہیں ایسا کرنے کا دراصل حق نہیں تھا۔ اعلیٰ ایمانداری کا تقاضا یہی تھا۔ پس آپ نے کپورتھلہ کے وزیراعظم کو لکھا کہ میں نے اس طریق پر بعض دفعہ سٹیشنری صَرف کی ہے آپ صدر ریاست ہونے کی وجہ سے مجھے معاف کر دیں تاکہ مَیں خداتعالیٰ کے روبرو جوابدہی سے بچ جاؤں۔ ظاہر ہے کہ صدر ریاست نے اس سے درگزر کیا۔

(اصحاب احمد۔ جلد 4 صفحہ 22)

تو یہ تھے اعلیٰ معیار تقویٰ کے جو پیدا ہوئے۔

پھر منشی صاحب بوڑھے ہو گئے ان کو ہمیشہ سے، جوانی سے ہی روزنامچہ لکھنے کی عادت تھی۔ جب بوڑھے ہو گئے تو آپ نے یہ دیکھنا چاہا کہ میرے ذمہ کسی کا قرضہ تو نہیں ہے۔ روزنامچے کی پڑتال کرتے ہوئے کوئی 40 سال قبل کا ایک واقعہ درج تھا منشی صاحب نے ایک غیر احمدی سے مل کر ایک معمولی سی تجارت کی تھی اس کے نفع میں سے بروئے حساب 40 روپے کے قریب منشی صاحب کے ذمہ نکلتے تھے۔

آپ نے یہ رقم حقدار کے نام بذریعہ منی آرڈر بھجوادی تا رسید بھی حاصل ہو جائے۔ وہ شخص کپور تھلہ کا رہنے والا تھا۔ اور عجب خان اس کا نام تھا۔ منی آرڈر وصول ہونے کے بعد وہ اپنی مسجد میں گیا (غیر از جماعت تھا) اور لوگوں سے کہا **تم احمدیوں کو برا تو کہتے ہو لیکن یہ نمونے بھی تو دکھاؤ**۔ 40 سال کا واقعہ ہے اور خود مجھے بھی یاد نہیں کہ میری کوئی رقم منشی صاحب کے ذمے نکلتی ہے۔ غرض منشی صاحب کا یہ عمل مصدق ہے جو حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا کا۔

(اصحاب احمد۔ جلد4 صفحہ 22)

حضرت حاجی غلام احمد صاحب آف کریام فرماتے ہیں کہ: ان ہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک احمدی اور ایک غیر احمدی نمبردار ایک گاؤں کو جارہے تھے۔ یہ پرانی بات ہے۔ موسم بہار تھا۔ چنے کے کھیت پکے تھے۔ احمدی نے راستے میں ایک ٹہنی توڑ کر منہ میں چنا ڈالا۔ پھر معاً یہ خیال آنے پر تھوک دیا اور توبہ توبہ پکارنے لگا کہ پرایا مال منہ میں کیوں ڈال لیا۔ اس کے اس فعل سے نمبردار مذکور پر بہت اثر ہوا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ وہ احمدی احمدیت سے پہلے ایک مشہور مقدمے باز، جھوٹی گواہیاں دینے والا، رشوت خور تھا۔ بیعت کے بعد اس کے اندر اتنی جلدی تبدیلی دیکھ کر کہ وہ پابند نماز، قرآن کی تلاوت کرنے والا اور جھوٹ سے مجتنب رہنے والا بن گیا ہے، نمبردار مذکور نے بیعت کر لی اور اس کے خاندان کے لوگ بھی احمدی ہو گئے۔

(اصحاب احمد۔ جلد10 صفحہ 85)

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وطن مالوف موضع راجیکی پہنچتے ہی خداوند کریم کی نوازش ازلی نے میرے اندر تبلیغ کا ایسا بے پناہ جوش بھر دیا کہ مَیں شب و روز دیوانہ وار اپنوں اور بیگانوں کی محفل میں جاتا اور سلام تسلیم کے بعد امام الزمان علیہ السلام کے آنے کی مبارکباد عرض کرتے ہوئے تبلیغ شروع کر دیتا۔ جب گردونواح کے دیہات میں میری تبلیغ اور احمدی ہونے کا چرچا ہوا تو اکثر لوگ جو ہمارے خاندان کو پشت ہا پشت سے ولیوں کا خاندان سمجھتے تھے مجھے اپنے خاندان کے لئے باعث ننگ خیال کرنے لگے۔ اور میرے والد صاحب محترم اور میرے چچاؤں کی خدمت میں حاضر ہو کر میرے متعلق طعن و تشنیع شروع کر دی۔ میرے خاندان کے لوگوں نے جب ان کی باتوں کو سنا اور میرے عقائد کو اپنے آبائی وجاہت اور دنیوی عزت کے منافی پایا تو مجھے خلوت وجلوت میں کوسنا شروع کر دیا۔ آخر ہمارے ان بزرگوں اور دوسرے لوگوں کا یہ جذبۂ تنافر یہاں تک پہنچا کہ ایک روز لوگ مولوی شیخ احمد ساکن دھریکاں تحصیل پھالیہ اور بعض دیگر علماء کو ہمارے گاؤں میں لے آئے۔ یہاں پہنچتے ہی ان علماء نے مجھے سینکڑوں آدمیوں کے مجمع میں بلایا اور احمدیت سے توبہ کرنے کے لئے کہا۔

میری عمر اگر چہ اس وقت اٹھارہ انیس سال کے قریب ہو گی مگر اس روحانی جرأت کی وجہ سے جو محبوب ایزدی نے مجھے مرحمت فرمائی تھی میں نے ان مولویوں کی کوئی پرواہ نہ کی اور اس بھرے مجمع میں جہاں ہمارے علاقے کے زمیندار اور نمبردار اور ذیلدار وغیرہ جمع تھے ان لوگوں کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے دلائل سنانے کی کوشش کی۔ لیکن مولوی شیخ احمد اور ان کے ہمراہیوں نے میرے دلائل سننے کے بغیر ہی مجھے کافر ٹھہرا دیا اور یہ کہتے ہوئے کہ اس لڑکے نے ایک ایسے خاندان کو بٹہ لگایا ہے جس میں پشت ہا پشت سے ولی پیدا ہوتے رہے ہیں اور جس کی بعض خواتین بھی صاحب کرامات وکشوف گزری ہیں تمام لوگوں کا میرے ساتھ مقاطعہ کرا دیا۔ اس موقع پر میرے بڑے چچا حافظ برخوردار صاحب کے لڑکے حافظ غلام حسین جو بڑے دبدبے کے آدمی تھے کھڑے ہوئے اور میری حمایت کرتے ہوئے مولویوں اور ذیلداروں کو خوب ڈانٹا۔ لوگوں نے جب ان کی خاندانی عصبیت کو دیکھا تو خیال کیا کہ یہاں ضرور فساد ہو جائے گا اس لئے منتشر ہو کر ہمارے گاؤں سے چلے گئے ......۔ اس فتویٰ تکفیر کے بعد مجھے لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی خاص توحید کا وہ سبق جو ہزار ہا مجاہدات اور ریاضتوں سے حاصل نہیں ہو سکتا تھا ان علماء کی آشوب کاری اور رشتہ داروں کی بے اعتنائی نے پڑھا دیا اور وہ خدا جو صدیوں سے ہما کی طرح لوگوں کے وہم و گمان میں تھا، سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے...... توسط سے اپنی یقینی تجلیات کے ساتھ مجھ ذرّہ حقیر پر ظاہر ہوا۔ چنانچہ اس ابتدائی زمانے میں جبکہ یہ علماء سوء گاؤں گاؤں میری کم علمی اور کفر کا چرچا کر رہے تھے مجھے میرے خدا نے الہام کے ذریعہ سے بشارت دی۔ مولوی غلام رسول جوان، صالح، کراماتی۔ چنانچہ اس الہام الٰہی کے بعد جہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے بڑے بڑے مولویوں کے ساتھ مباحثات کرنے میں نمایاں فتح دی ہے وہاں میرے ذریعے سیدنا حضرت امام الزمان علیہ السلام کی برکت سے انذاری اور تبشیری کراموں کا اظہار بھی فرمایا ہے جن کا ایک زمانہ گواہ ہے۔

(حیات قدسی۔ حصہ اوّل صفحہ 21-23)

مولوی حسن علی صاحب بھاگلپوری کا ہی ذکر چل رہا تھا۔ کہتے ہیں کہ پوچھو کہ مرزا صاحب سے مل کر کیا نفع ہوا۔ اجی! بے نفع ہوئے، کیا مَیں دیوانہ ہو گیا تھا کہ ناحق بدنامی کا ٹوکرا سر پر اٹھا لیتا اور مالی حالت کو سخت پریشانی میں ڈالتا۔ کیا کہوں کیا ہوا۔ **مردہ تھا زندہ ہو چلا ہوں**، گناہوں کا اعلانیہ ذکر کرنا اچھا نہیں۔ ایک چھوٹی سی بات سناتا ہوں۔ اس نالائق کو 30 برس سے یہ قابل نفرت بات تھی کہ حقہ پیا کرتا تھا۔ بار ہا دوستوں نے سمجھایا خود بھی کئی بار قصد کیا لیکن روحانی قویٰ کمزور ہونے کی وجہ سے اس پرانی زبردست

عادت پر قابو نہ ہو سکا۔ الحمدللہ مرزا صاحب کی باطنی توجہ کا یہ اثر ہوا کہ آج قریب ایک برس کا عرصہ ہوتا ہے کہ پھر اس کمبخت کو منہ نہیں لگایا۔ (اصحاب احمد۔ جلد 14 صفحہ 56)

حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحبؓ کو بھی افیون کی عادت تھی انہوں نے احمدیت قبول کرنے کے بعد افیون کو ترک کر دیا۔ گو ڈاکٹری نقطہ نظر سے اس کو آہستہ آہستہ چھوڑنا چاہئے کیونکہ اس سے موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ حضرت اقدس آپ سے بوجہ آپ کے علم کے بہت محبت رکھتے تھے۔ جب آپ نے افیون ترک کی تو آپ سخت بیمار ہو گئے۔ ابھی نقاہت شامل حال ہی تھی کہ مسجد مبارک میں نماز کے لئے تشریف لائے۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے آپ کی حالت دیکھ کر فرمایا کہ آپ آہستہ آہستہ چھوڑتے یکدم ایسا کیوں کیا۔ شاہ صاحب نے عرض کیا کہ: ’’حضور جب ارادہ کر لیا تو یکدم ہی چھوڑ دی‘‘۔
(اصحاب احمد۔ جلد 3 صفحہ 5)

وہ نظارے یاد کریں جب شراب کی ممانعت کا اعلان ہوا تو مٹکوں کے مٹکے ٹوٹنے لگے۔

حضرت مولوی ابراہیم صاحب بقا پوریؓ بیعت سے پہلے قادیان آئے تھے۔ کہتے ہیں کہ ’’مجھے خیال پیدا ہوا کہ مَیں نے یہاں کے علماء میں سے ایک بڑے عالم کو دیکھا ہے اور خود مدعی مسیحیت اور مہدویت کی بھی زیارت کی۔ اب یہاں کے عام لوگوں کی بھی اخلاقی حالت دیکھنی چاہئے۔ چنانچہ اس امتحان کے لئے کہتے ہیں کہ میں لنگر خانے چلا گیا‘‘۔ اس وقت ابھی انہوں نے بیعت نہیں کی تھی۔ ’’جو اس وقت حضرت خلیفہ اولؓ کے مکان کے جنوبی طرف اور بڑے کنویں کے مشرقی طرف تھا۔ لنگر خانے میں ایک چھوٹا سا دیگچہ تھا جس میں دال تھی اور ایک چھوٹی سی دیگچی میں شوربہ تھا۔ میاں نجم الدین صاحب بھیروی مرحوم اس کے منتظم تھے۔ مَیں نے میاں نجم الدین صاحب سے کھانا مانگا۔ انہوں نے مجھ کو روٹی اور دال دی۔ مَیں نے کہا مَیں دال نہیں لیتا گوشت دو۔ میاں نجم الدین صاحب مرحوم نے دال الٹ کر گوشت دے دیا۔ لیکن مَیں نے پھر کہا کہ نہیں نہیں دال ہی رہنے دو۔ تب انہوں نے گوشت الٹ کر دال ڈال دی۔ دال اور گوشت کے اس ہیر پھیر سے میری غرض یہ تھی کہ تا مَیں کارکنوں کے اخلاق دیکھوں۔ الغرض مَیں نے بیٹھ کر کھانا کھایا اور وہاں کے مختلف لوگوں سے باتیں کیں۔ منتظمین لنگر کی ہر ایک بات خدا تعالیٰ کی طرف توجہ دلانے والی تھی۔ اس سے بھی میرے دل میں گہرا اثر ہوا۔ دوسرے دن صبح کو تقریباً تمام کمروں سے قرآن شریف پڑھنے کی آواز آتی تھی۔ فجر کی نماز میں مَیں نے چھوٹے چھوٹے بچوں کو نماز پڑھتے دیکھا اور یہ نظارہ بھی میرے لئے بڑا دلکش اور جاذب نظر تھا‘‘۔
(رجسٹر روایات نمبر 8 صفحہ 10-11)

تو یہ نظارے قادیان کے اس زمانے کے تھے جو انقلاب لائے جو آج بھی نظر آنے چاہئیں۔

حضرت شیخ عبدالرشید صاحب کا ذکر ہے۔ مولوی محمد علی صاحب بھوپڑی غیر احمدی یہاں آیا کرتے تھے۔ خوش الحان تھے۔ ان کے وعظ میں بے شمار عورتیں جایا کرتی تھیں۔ کہتے ہیں کہ دو دو تین تین ماہ یہاں رہا کرتے تھے۔ اس نے آ کر حضرت کی مخالفت شروع کر دی، بدزبانی بھی کرتا تھا۔ اس کے ساتھ بھی بحث مباحثہ ہوتا رہا۔ شیخ عبدالرشید صاحب واقعہ بیان کر رہے ہیں کہ میرے والدین نے مجھے جواب دے دیا۔ والدہ زیادہ سختی کیا کرتی تھیں۔ کیونکہ مولوی بھوپڑی کا بڑا اثر تھا۔ والدین نے کہا ہم عاق کر دیں گے۔ کئی کئی ماہ مجھے گھر سے باہر رہنا پڑا۔ یعنی شیخ عبدالرشید صاحب کو۔ کہتے کہ میرے والد صاحب میری والدہ کو کہا کرتے تھے کہ پہلے یہ دین سے بے بہرہ تھا، سویا رہتا تھا، اب نماز پڑھتا ہے، تہجد پڑھتا ہے، اسے میں کس بات پر عاق کروں۔ لیکن پھر بھی دنیاوی باتوں کو مدنظر رکھ کر مجھے کہا کرتے تھے کہ مرزائیت چھوڑ دو۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 12 صفحہ 29)

دو اور صحابہ کا ذکر ہے۔ **قیام نماز کا اہتمام بیعت کرنے کے بعد**۔ حضرت محمد رحیم الدین صاحب اور کریم الدین صاحب کہتے ہیں جون 1894ء میں جب مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بیعت کی اس وقت گرمی کے دن تھے۔ میری صبح کی نماز قضاء ہو جاتی تھی۔ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں عریضہ لکھا کہ میری صبح کی نماز قضا ہو جاتی ہے میرے واسطے دعا فرماویں۔ اس کے جواب میں حضرت صاحب نے لکھا کہ ہم نے دعا کی ہے تم برابر استغفار اور درود کثرت سے پڑھتے رہا کرو۔ اس دن سے ہمیشہ وقت پر آنکھ کھل جاتی رہی۔ آج تک صبح کی نماز قضا نہیں ہوئی سوائے شاذ و نادر سفر یا بیماری کے وقت کوئی نماز قضا ہو گئی ہو۔ یہ استجابت دعا کا نشان ہے اور میرے لئے ایک معجزہ ہے۔ الحمدللہ۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 6 صفحہ 43)

کئی لوگوں سے مَیں پوچھتا رہتا ہوں کہتے ہیں کہ آنکھ نہیں کھلتی وہ اس نسخے کو آزمائیں۔

حضرت بدرالدین صاحب کی بیعت کے بعد حالت کا ذکر ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ خاکسار بہت چھوٹی عمر سے صراط مستقیم کی تلاش میں ٹھوکریں کھاتا ہوا اہل حدیث اور شیعیت سے چل کر آریہ اور دہریہ تالابوں میں غوطے کھا رہا تھا۔ قریب تھا کہ بحر ضلالت و گمراہی میں غرق ہو جائے۔ پیارے رب اکبر نے جس کی صفت و ثناء تحریر کرنا میری طاقت و لیاقت سے بہت ہی بالا ہے اپنے فضل اور رحم کا ہاتھ بڑھا کر ڈوبتے کو تھام لیا۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور لیکھرام آریہ کا مباہلہ میرے تک پہنچا دیا۔ قریباً 1903ء ہو گا مَیں نے جس وقت حضرت ابر رحمت کا مضمون پڑھا۔ میرے مردہ جسم کے اندر بجلی کی

طرح روح داخل ہوگئی۔ اسی روز سے سارے خیالات ترک کر کے حضور کی تحریر و تقریر کا شیدائی بن گیا۔ اس کے بعد ایک عرصہ تحصیل میں صرف کر کے اور معاملے کے ہر پہلو پر غور کر کے صداقت کا قائل ہو گیا۔ عملی قدم اٹھاتے وقت قسم قسم کے خطرات اور مشکلات کا بھیانک منظر سامنے آیا۔ کمزوری سے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ صداقت کو معلوم کر لیا ہے اب خاموش ہو جانا چاہئے۔ لوگوں کے پاس ظاہر کر کے مشکلات میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے اور خاموش ہو گیا۔ خاموش ہو جانے کے بعد جن کاموں کے خراب ہو جانے سے خاموشی اختیار کی تھی وہ خراب ہونے شروع ہو گئے۔ اور ایک کے سوا سب کے سب خراب ہو گئے۔ وہ ایک کام جو ابھی خراب نہیں ہوا تھا وہ میرے والد مرحوم کا سود در سود کا قرضہ تھا۔ اس کے متعلق یہ ڈر تھا کہ احمدی ہو جانے کے بعد ساہوکار مجھے بہت ذلیل کرے گا۔ (لیکن کہتے ہیں کہ ساہوکار مع تمام افراد خاندان طاعون سے ہلاک ہو گیا اور اس کا تمام مال واسباب سرکار میں داخل ہوا اور مَیں اس کے شر سے محفوظ رہا)۔ تو کہتے ہیں کہ جب صرف یہی کام خراب ہونے سے باقی رہ گیا تو مجھے یہ یقین ہو گیا کہ عنقریب یہ بھی خراب ہو گا۔ مَیں نے ہر چہ بادا باد کہہ کر اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر بیعت کا خط لکھ دیا اور اعلان کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل کے دامن میں چھپا لیا اور مسیح موعود کے حضور حاضر ہو کر بیعت کر لی۔ اور مکرمی شیخ عرفانی صاحب کے ذریعہ حضرت سے خاص ملاقات کر کے استقلال کی خاص دعا کی۔ حضرت ابر رحمت نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا: ''اچھا بھئی دعا کریں گے''۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 7 صفحہ 98)

میاں محمد الدین صاحب آف کھاریاں لکھتے ہیں کہ: ''مَیں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ آریہ برہمو دہریہ لیکچراروں کے بد اثر نے مجھے اور مجھ جیسے اور افسروں کو ہلاک کر دیا تھا اور ان اثرات کے ماتحت لایعنی زندگی بسر کر رہا تھا کہ **براہین پڑھتے پڑھتے جب مَیں ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت کو پڑھتا ہوں**، صفحہ 90 کے حاشیہ نمبر 4 اور صفحہ نمبر 149 کے حاشیہ نمبر 11 پر پہنچا تو معاً میری دہریت کافور ہو گئی اور میری آنکھ ایسے کھلی جس طرح کہ کوئی سویا ہوا یا مرا ہوا جاگ کر زندہ ہو جاتا ہے۔ سردی کا موسم تھا جنوری 1893ء کی 19/ تاریخ تھی۔ آدھی رات کا وقت تھا کہ جب یہی ہونا چاہئے اور ہے کہ مقام پر پہنچا۔ پڑھتے ہی معاً توبہ کی، کورا گھڑا پانی کا بھرا ہوا باہر صحن میں پڑا تھا۔ تختہ چوپائی پیمائش کی میرے پاس رکھی ہوئی تھی۔ سرد پانی سے لاچا تہ بند پاک کیا۔ میرا ملازم مسمی منگتو سو رہا تھا۔ وہ جاگ پڑا اور مجھ سے پوچھا کیا ہوا، کیا ہوا، لاچا مجھ کو دو مَیں دھوتا ہوں۔ مگر مَیں اس وقت ایسی شراب پی چکا تھا کہ جس کا نشہ مجھے کسی سے کلام کرنے کی اجازت نہ دیتا تھا۔ آخر منگتو اپنا سارا زور لگا کر خاموش ہو گیا۔ اور گیلا لاچا پہن کر نماز پڑھنی شروع کی

اور منگتو دیکھتا گیا۔ محویت کے عالم میں نماز اس قدر لمبی ہوئی کہ منگتو تھک کر سو گیا اور مَیں نماز میں مشغول رہا۔ پس یہ نماز براہین نے پڑھائی کہ بعد ازاں اب تک مَیں نے نماز نہیں چھوڑی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ معجزہ بیان کرنے کے لئے مذکورہ بالا طوطیہ تمہید مَیں نے باندھا تھا۔ عین جوانی میں بحالت ناکتخدا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ایمان جو ثریا سے شاید اوپر ہی گیا ہوا تھا اتار کر میرے دل میں داخل کیا۔ اور مسلماں را مسلماں باز کردن کا مصداق بنایا۔ جس رات مَیں بحالت کفر داخل ہوا تھا اس کی صبح مجھ پر بحالت اسلام ہوئی۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 7 صفحہ 46-47)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں پڑھنا بھی ایک انقلاب پیدا کرنے والی چیز ہے۔ احباب جماعت کو اس طرف بھی توجہ دینی چاہئے۔

حضرت مولوی ابراہیم صاحب بقاپوری کی روایت ہے کہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی میرے بچپن کے دوست تھے۔ مَیں ان کو ملنے کے لئے ان کے ہاں گیا۔ راستے میں مَیں نے دو لڑکوں کو آپس میں جھگڑتے ہوئے دیکھا۔ میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی جب مَیں نے یہ دیکھا کہ دونوں قرآن کریم کی ایک آیت کے معنی پر بحث کر رہے ہیں۔ مجھ کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ان کے دلوں میں قرآن کریم کی محبت رچا دی گئی ہے۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 8 صفحہ 11)

یہ محبت ہے جو ہر احمدی کے دل میں پیدا ہونی چاہئے۔ اور یہ انقلاب ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس زمانہ میں پیدا کیا اور جس کو جاری رہنا چاہئے۔

منشی اروڑے خان صاحبؓ کی نوکری میں دیانت داری کے بارہ میں واقعہ ہے۔ ایک دفعہ کسی نے ہنس کر کہا: بابا کبھی رشوت تو نہیں لی تھی؟ منشی صاحب پر ایک خاص قسم کی سنجیدگی جو جوش صداقت سے مغلوب تھی طاری ہوئی اور سائل کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ مَیں نے جب تک نوکری کی اور جس طرح اپنے فرض کو ادا کیا ہے اور جس دیانت سے کیا ہے اور جو فیصلے کئے ہیں اور جس صداقت اور ایمانداری کے ساتھ کئے ہیں اور پھر جس طرح ہر قسم کی نجاستوں سے اپنے دامن کو بچایا ہے سب باتیں ایسی ہیں کہ اگر ان سب کو سامنے رکھ کر مَیں اپنے خدا سے دعا کروں تو ایک تیر انداز کا تیر خطا کر سکتا ہے لیکن میری وہ دعا ہرگز خطا نہیں کر سکتی۔

(بحوالہ روزنامہ الفضل 22/ستمبر 2003ء)

دیکھیں کتنا خدا پر ایمان اور یقین تھا۔

حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب ولد شیخ مستیا صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوت قدسی کے بارہ میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دوستوں

میں اپنی قوت قدسیہ سے یہ اثر پیدا کر دیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کو کارساز یقین کرتے تھے اور کسی سے ڈر کر جھوٹ جیسی نجاست اختیار نہیں کرتے تھے۔ اور حق کہنے سے رکتے نہیں تھے۔ اور اخلاق رذیلہ سے بچتے تھے۔ اور اخلاق فاضلہ کے ایسے خوگر ہو گئے تھے کہ وہ ہر وقت اپنے خدا پر ناز کرتے تھے کہ ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے۔ یہ یقین ہی تھا کہ آپ کے دوستوں کے دشمن ذلیل وخوار ہو جاتے تھے اور آپ کے دوست ہر وقت خدا تعالیٰ کا شکر گزار ہی رہتے تھے۔ اور خدا تعالیٰ کی معیت ان کے ساتھ ہی رہتی تھی۔ اور آپ کے دوستوں میں غنا تھا اور خدائے تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے تھے۔ اور حق کہنے سے نہ رکتے تھے اور کسی کا خوف نہ کرتے تھے۔ اعمال صالحہ کا یہ حال تھا کہ ان کے دل محبت الٰہی سے ابلتے رہتے تھے اور جو بھی کام کرتے تھے خالصتاً للہی سے کرتے تھے۔ ریا جیسی ناپاکی سے بالکل متنفر رہتے تھے کیونکہ ریا کاری کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خطرناک بداخلاقی فرمایا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ اس میں انسان منافق بن جاتا ہے۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 6 صفحہ 66)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام **حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی** کے بارہ میں فرماتے ہیں:

''ان کی عمر ایک معصومیت کے رنگ میں گزری تھی اور دنیا کی عیش کا کوئی حصہ انہوں نے نہیں لیا تھا۔ نوکری بھی انہوں نے اسی واسطے چھوڑ دی تھی کہ اس میں دین کی ہتک ہوتی ہے۔ پچھلے دنوں ان کو ایک نوکری دو سو روپیہ ماہوار کی ملتی تھی مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا''۔ اس زمانہ کے دو سو روپیہ ماہوار ہزاروں ہوں گے آج کل، شاید لاکھ بھی ہوں۔ ''خاکساری کے ساتھ انہوں نے اپنی زندگی گزار دی۔ صرف عربی کتابوں کو دیکھنے کا شوق رکھتے تھے۔ اسلام پر جو اندرونی اور بیرونی حملے پڑتے تھے ان کے دفاع میں عمر بسر کر دی۔ باوجود اس قدر بیماری اور ضعف کے ہمیشہ ان کی قلم چلتی رہتی تھی''۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 648 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

یہ تھے مجاہد جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیدا فرمائے۔ اور جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے ان کی وفات پر ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ بزرگ جا رہے ہیں اس لئے ہمیں جماعت میں علماء پیدا کرنے کے لئے مدرسہ قائم کرنا چاہئے اور پھر وہ قائم فرمایا تھا۔ تو جو دینی علم حاصل کرنے والے ہیں، تمام دنیا میں جہاں جہاں جامعہ احمدیہ ہیں، جامعہ میں پڑھنے والے لوگ ہیں وہ ان بزرگوں کو اپنے سامنے نمونے کے طور پر رکھیں۔

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ جنہوں نے ایک اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ حضرت مسیح موعودؑ ان کے بارہ میں فرماتے ہیں:

''اس بزرگ مرحوم میں نہایت قابل رشک یہ صفت تھی کہ درحقیقت وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتا تھا۔ اور درحقیقت ان راستبازوں میں سے تھا جو خدا سے ڈر کر اپنے تقویٰ اور اطاعت الٰہی کو انتہاء تک

پہنچاتے ہیں۔اور خدا کے خوش کرنے کے لئے اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنی جان اور عزت اور مال کو ایک ناکارہ خس وخاشاک کی طرح اپنے ہاتھ سے چھوڑ دینے کو تیار ہوتے ہیں۔اس کی ایمانی قوت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اگر مَیں اس کو ایک بڑے سے بڑے پہاڑ سے تشبیہ دوں تو مَیں ڈرتا ہوں کہ میری تشبیہ ناقص نہ ہو۔اکثر لوگ باوجود...... بیعت کے اور باوجود میرے دعوے کی تصدیق کے پھر بھی دنیا کو دین پر مقدم رکھنے کے زہریلے تخم سے بکلی نجات نہیں پاتے بلکہ کچھ ملونی ان میں باقی رہ جاتی ہے۔اور ایک پوشیدہ بخل خواہ وہ جان کے متعلق ہو خواہ آبرو کے متعلق ہو خواہ مال کے اور خواہ اخلاقی حالتوں کے متعلق،ان کے نامکمل نفسوں میں پایا جاتا ہے۔اسی وجہ سے ان کی نسبت ہمیشہ میری یہ حالت رہتی ہے کہ مَیں ہمیشہ کسی خدمت دینی کے پیش کرنے کے وقت ڈرتا رہتا ہوں کہ ان کو ابتلا پیش نہ آوے۔ اوران خدمتوں کو اپنے اوپر بوجھ سمجھ کر اپنی بیعت کو الوداع نہ کہہ دیں۔لیکن مَیں کن الفاظ سے اس بزرگ مرحوم کی تعریف کروں جس نے اپنے مال اور اپنی آبرو اور اپنی جان کو میری پیروی میں یوں پھینک دیا کہ جس طرح کوئی ردّی چیز پھینک دی جاتی ہے۔اکثر لوگوں کو مَیں دیکھتا ہوں کہ ان کا اول اور آخر برابر نہیں ہوتا اور ادنیٰ سی ٹھوکر یا شیطانی وسوسہ یا بدصحبت سے وہ گر جاتے ہیں۔مگر اس جوانمرد مرحوم کی استقامت کی تفصیل مَیں کن الفاظ میں بیان کروں کہ وہ نور یقین میں دمبدم ترقی کرتا گیا''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔روحانی خزائن جلد20 صفحہ 10)

پھر فرمایا کہ:''بے نفسی اور انکسار میں وہ اس مرتبہ تک پہنچ گیا کہ جب تک انسان فنافی اللہ نہ ہو یہ مرتبہ نہیں پاتا۔ ہر ایک شخص کسی قدر شہرت اور علم سے محجوب ہو جاتا ہے۔اور اپنے تئیں کوئی چیز سمجھنے لگتا ہے اور وہی علم اور شہرت حق طلبی سے اس کو مانع ہو جاتی ہے۔مگر یہ شخص ایسا بے نفس تھا کہ باوجودیکہ ایک مجموعہ فضائل کا جامع تھا مگر تب بھی کسی حقیقت حقہ کے قبول کرنے سے اس کو اپنے علمی اور عملی اور خاندانی وجاہت مانع نہیں ہو سکتی تھی۔ اور آخر سچائی پر اپنی جان قربان کی اور ہماری جماعت کے لئے ایک ایسا نمونہ چھوڑ گیا جس کی پابندی اصل منشاء خدا کا ہے''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔روحانی خزائن جلد20 صفحہ 47)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی مثال میں آخر پر دیتا ہوں ۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اس جگہ میں اس بات کے اظہار کے شکر ادا کرنے کے بغیر نہیں رک سکتا کہ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا۔میرے ساتھ تعلق اخوت پکڑنے والے اور اس سلسلہ میں داخل ہونے والے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے محبت واخلاص کے رنگ سے ایک عجیب طرز پر رنگین ہیں۔ نہ مَیں نے اپنی محنت سے بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے یہ صدق سے بھری ہوئی روحیں مجھے عطا

کی ہیں''۔ بعضوں کا ذکر کیا کہ شاید وہ قربانی نہ کرسکیں لیکن اکثریت قربانی کرنے والی تھی۔ ان کا ذکر فرما رہے ہیں کہ صدق سے بھری ہوئی روحیں مجھے عطا کی ہیں۔ ''سب سے پہلے مَیں اپنے روحانی بھائی کا ذکر کرنے کے لئے دل میں جوش پاتا ہوں جن کا نام ان کے نورِ اخلاص کی طرح نورالدین ہے۔ مَیں ان کی بعض دینی خدمتوں کا جو اپنے مالِ حلال کے خرچ سے اعلائے کلمہ اسلام کے لئے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہو سکتیں''۔ اتنی خدمت کرنے کے باوجود کتنا زبردست خراجِ تحسین ہے۔ ''ان کے دل میں جو تائید دین کے لئے جوش بھرا ہوا ہے اس کے تصور سے ہی قدرتِ الٰہی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ وہ کیسے اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ وہ اپنے تمام مال اور تمام زور اور تمام اسبابِ مقدرت کے ساتھ جو ان کو میسر ہیں ہر وقت اللہ اور رسول کی اطاعت کے لئے مستعد کھڑے ہیں۔ اور مَیں تجربے سے، نہ صرف حسنِ ظن سے، یہ علم صحیح واقعی رکھتا ہوں کہ انہیں میری راہ میں مال کیا بلکہ جان اور عزت تک دریغ نہیں۔ اور اگر مَیں اجازت دیتا تو وہ سب کچھ اس راہ میں فدا کر کے اپنی روحانی رفاقت کی طرح جسمانی رفاقت اور ہر دم صحبت میں رہنے کا حق ادا کرتے'' اور بعد میں ادا کیا بھی۔ ''ان کے بعض خطوط کی چند سطریں بطور نمونہ ناظرین کو دکھلاتا ہوں تا انہیں معلوم ہو کہ میرے پیارے بھائی مولوی حکیم نورالدین بھیروی معالج ریاست جموں نے محبت واخلاص کے مراتب میں کہاں تک ترقی کی ہے اور وہ سطریں یہ ہیں۔

مولانا، مرشدنا، امامنا، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عالی جناب! میری دعا یہ ہے کہ ہر وقت حضور کی جناب میں حاضر رہوں۔ اور امام زمان سے جس مطلب کے واسطے وہ مجدد کیا گیا ہے وہ مطالب حاصل کروں۔ اگر اجازت ہو تو مَیں نوکری سے استعفیٰ دے دوں اور دن رات خدمتِ عالی میں پڑا رہوں۔ یا اگر حکم ہو تو اس تعلق کو چھوڑ کر دنیا میں پھروں اور لوگوں کو دینِ حق کی طرف بلاؤں۔ اور اسی راہ میں جان دوں۔ مَیں آپ کی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے۔ حضرت پیرومرشد مَیں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو مَیں مراد کو پہنچ گیا۔ مجھے آپ سے نسبتِ فاروقی ہے۔ اور سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ دعا فرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو''۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''مولوی صاحب ممدوح کا صدق اور ہمت اور ان کی غم خواری اور جاں نثاری جیسے ان کے قال سے ظاہر ہے اس سے بڑھ کر ان کے حال سے ان کی مخلصانہ خدمتوں سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اور وہ محبت واخلاص

کے جذبۂ کاملہ سے چاہتے ہیں کہ سب کچھ یہاں تک کہ اپنے عیال کی زندگی بسر کرنے کی ضروری چیزیں بھی اسی راہ پہ فدا کر دیں۔ ان کی روح محبت کے جوش اور ہستی سے ان کی طاقت سے زیادہ قدم بڑھانے کی تعلیم دے رہی ہے۔ اور ہر دم ہر آن خدمت میں لگے ہوئے ہیں''۔
(فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 35-37)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''اب میرے ساتھ بہت سی وہ جماعت ہے'' (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے میں اللہ میاں نے وہ جماعت دکھادی) ۔ فرمایا: ''اب میرے ساتھ بہت سی وہ جماعت ہے جنہوں نے خود دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر اپنے تئیں درویش بنا دیا ہے اور اپنے وطنوں سے ہجرت کر کے اور اپنے قدیم دوستوں اور اقارب سے علیحدہ ہو کر ہمیشہ کے لئے میری ہمسائیگی میں آ کر آباد ہوئے ہیں''۔
(نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 585)

پس یہ جو چند حالات میں نے بیان کئے ہیں کچھ ان بزرگوں کے خود بیان کردہ ہیں کچھ ان کے بارے میں دوسروں نے بیان کئے ہیں۔ کچھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائے ہیں۔ یہ تمام واقعات تاریخ میں اس لئے محفوظ کئے گئے ہیں کہ ہمیں توجہ دلاتے رہیں کہ تمہارے بزرگ اپنی اصلاح نفس کرتے رہے ہیں اور اس طرح انہوں نے یہ معیار حاصل کئے ہیں۔ یا بیعت میں آنے کے بعد محبت و اخلاص کے اور وفا کے یہ معیار وہ دکھاتے رہے ہیں۔ تم بھی اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل ہونے کا دعویٰ کرتے ہو **تو اپنے ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلو** تا کہ یہ آخرین کے اخلاص و وفا کا زمانہ تا قیامت چلتا رہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ چلتا رہنا ہے کیونکہ اسی مسیح محمدی کے ذریعے اسلام کی شان و شوکت کو قائم رکھنے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ پس کہیں ہمارے اپنے عمل اس برکت سے ہمیں محروم نہ کر دیں، بے فیض نہ کر دیں۔ پس قادیان کے رہنے والے بھی اور دنیا میں بسنے والے بھی تمام احمدیوں کو اس لحاظ سے ہر وقت اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ سب کے ایمان و اخلاص و وفا میں ہمیشہ مضبوطی عطا فرماتا چلا جائے۔

حضور انور نے خطبہ ثانیہ کے درمیان میں فرمایا: انشاء اللہ ایک دو دن تک قادیان سے اور تین چار دن تک بھارت سے روانگی ہوگی۔ آپ لوگ بھی دعا کریں، دنیا میں باقی جگہ بھی احمدی دعا کریں، اللہ تعالیٰ خیر و عافیت سے یہ سفر گزارے اور قادیان میں رہنے کے دوران یہ برکات جو ہم نے حاصل کی ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے فضل ہم نے دیکھے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان کو جاری رکھے۔